

متن میں ترامیم اور تبدیلیاں : نوعیت اور وجوہات

پروفیسر ڈاکٹر محمد خاں اشرف،

ڈاکٹر عظمت رباب،

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور

Abstract: Changes, alteration, conversions and perversion of the texts of ancient manuscripts and books is unavoidable. It always occurs in the due course of time because it is in the nature of texts when these come into contact with the dimensions of time, space, people, copying and printing processes. Every society has always maintained a standard procedure to either avoid these factors or to correct them when the changes occur. This is the essence of the science and art of Tadveen e Matn. In this article Dr. Muhammad Khan Ashraf and Dr. Azmat Rubab have pointed out the various causes and reasons which unavoidably cause changes in the texts.

متن میں تبدیلیاں ہونا، ہو جانا یا کر دیا جانا ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس سے فرار یا انکار ممکن نہیں، علم و ادب کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ متن میں تبدیلی ایک ناگزیر امر ہے (۱)۔ اس سے بچائو کا صرف ایک طریقہ ہے: مسلسل احتیاط، تحقیق، تقابل اور تدوین۔ یہ تبدیلیاں ہر قسم کے متن میں پائی جاتی ہیں۔ مذہبی متن میں تبدیلیاں ہونا یا کر دیا جانا مذہبی تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ قرآن پاک کو اس قسم کی تبدیلیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے، جو کہ دیگر مذاہب کے صحیفوں میں پائی جاتی تھیں، خاص طریقہ وضع اور اختیار کیا گیا اور اسے ایک معجزہ قرار دیا گیا (۲)۔ اس کی تاریخ کا مطالعہ ہی ہمیں تدوین کی ضرورت، اہمیت اور ادب کے علاوہ باقی علوم و فنون سے متعلق متن میں تبدیلیوں اور ترامیم سے اور ان سے بچائو کے طریقوں سے آگاہ کرتا ہے اور انسانی تہذیب و تعلیم میں تدوین کے عمل کی اہمیت اور معنویت کا احساس دلاتا ہے۔ ”کہا جاسکتا ہے کہ شاید ہی ایسی کوئی کتاب ہو جو تحقیق متن کے اصولوں پر بعینہ پوری اترتی ہو۔“ (۳)

متن میں تبدیلیوں کی وجوہات:

متون میں تبدیلیوں اور ترامیم کی بہت سی وجوہات ہیں۔ ان کا مطالعہ، تدوین کے عمل کو جانچنے اور درست طریقے سے بجالانے کے لیے بہت ضروری ہے، جب تک ہمیں متون میں ان تبدیلیوں کے اسباب و وجوہات کا علم نہ ہوگا ہم تدوین کے عمل کو درست طریقے سے سمجھنے اور بجالانے سے قاصر رہیں گے۔ متون میں کچھ تبدیلیاں اور خرابیاں خارجی اور فطری اسباب کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جن میں وقت، زمانہ اور عناصرِ فطرت بھی شامل ہیں۔ کچھ تبدیلیاں انسانوں کے ہاتھوں سے ہو جاتی ہیں یا کردی جاتی ہیں، کچھ دانستہ بھی ہوتی ہیں اور نادانستہ بھی (۴)۔ چند نمایاں وجوہات و اسباب کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے:

۱۔ وقت، زمانہ اور عناصرِ فطرت:

وقت اور زمانہ انسان کے عمل سے ماورا ہیں بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ انسان وقت اور زمانے کے ہاتھوں میں اسیر ہے، وقت اور زمانہ سارے ہی انسانی عمل کو متاثر کرتے ہیں۔ کتنی ہی انسانی تہذیبیں وجود میں آئیں اور مٹ گئیں، کتنی ہی عظیم الشان سلطنتیں قائم ہو کر فنا ہو گئیں، کچھ کے آثار بھی باقی نہیں ہیں۔ ہر دور اور تہذیب نے اپنے نقوش چھوڑنے کی کوشش کی لیکن وقت کے بے رحم ہاتھوں نے ان میں سے اکثر کو مٹا دیا۔ جو چند باقی ہیں وہ بھی زوال کے اس عمل کی زد میں ہیں۔ جیسے احرام مصر یا جنوبی امریکہ میں ”انکا“ تہذیب کے آثار۔

متون تو ہمیشہ ہی اپنے ذریعوں کے مرہون ہوتے ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ ان ذریعوں میں بہت سی تبدیلیاں وجود میں آ جاتی ہیں۔ متن جن اشیاء پر لکھے یا کندہ ہوتے ہیں، ان کی سیاہی، پتھر، چٹان، دھاتی سطح، ہڈیاں اور کاغذ وغیرہ، متون لکھنے کے لیے ان میں سے جو بھی ذریعہ استعمال ہو، ان سب کی ایک مدتِ حیات ہے، پرانے زمانوں میں متون پتھروں پر کندہ کیے گئے، وہ پتھر گھس اور ٹوٹ پھوٹ گئے، چٹانیں نیست و نابود ہو گئیں، کاغذ پھٹ جاتے ہیں۔ ہر ذریعے کی ایک طبعی عمر ہوتی ہے اور اس کا اثر متون پر پڑتا ہے دھات اور فولاد ختم ہو گئے، سیاہیاں اور رنگ اڑ گئے، مٹ گئے، جن لوگوں نے ان متون کو یاد کیا تھا، وہ ختم ہو گئے، کچھ کے حافظے ان کی زندگی میں جواب دے گئے، جن متون کو نقل کر کے کاغذ یا دوسرے ذریعوں میں محفوظ کیا گیا، وہ بھی ختم ہو گئے یا کر دیے گئے۔ رسم الخط بدل جاتا ہے اور نئے آنے والے پرانے رسم الخط اور املا کو پڑھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ املا بھی مسئلہ ہے (۵)۔ زبان بدل جاتی ہے۔ انسانی ہجرت، حکومتوں کی تبدیلی، سرحدوں کے بدلنے کا اثر زبان، تحریر اور کلچر پر پڑتا ہے۔

عناصرِ فطرت بھی وقت کے ہاتھوں میں اوزار یا ہتھیار ہیں۔ سردی، گرمی، بارش، سیلاب، طوفان، زلزلے، انسانی آثار کے مٹانے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں، خود انسانوں نے دوسرے انسانوں، تہذیبوں، شہروں اور آثار کو مٹانے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ جنگوں، تصادمات اور انسانی ہجرت کے عمل میں متون ضائع ہو جاتے ہیں۔ ہلا کو خان نے بغداد کو برباد کر دیا، اسکندریہ کی لائبریری جلادی گئی۔ اس طرح کے عمل میں متون کے بچنے کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔

۲۔ انسانی تبدیلی:

یہ بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک دانستہ اور دوسری نادانستہ۔ جان بوجھ کر تبدیلی کرنا بہت عام ہے۔ لوگ دوسروں کے متون چرا لیتے ہیں۔ سرقہ آج بھی عام ہے، لوگ عصبیت یا انسانی فطرت کی کمزوری سے دوسروں کے متن میں ایسی تبدیلیاں کر دیتے ہیں جو مذہبی، سیاسی، ادبی تعصب یا محبت کی پیداوار ہوتی ہیں۔ کبھی نقل کرنے والے فائدہ اٹھانے کے لیے شعوری طور پر اصلاح کر دیتے ہیں یا طرف داری میں کچھ لکھ کر شامل کر دیتے ہیں، بغیر جانے نادانستہ تبدیلی بھی نقل کی وجہ سے آتی ہے، نقل کرنے والا درست طور پر پڑھ نہیں سکتا یا درست لکھ نہیں سکتا، یا قاری کو مخطوطے کے رسم الخط یا املا سے واقفیت نہیں ہے لہذا غلط پڑھ اور لکھ دیتے ہیں۔ سہو کتابت ایک عام غلطی ہے۔

متن میں تبدیلیوں کی اقسام:

مختلف وجوہات کی وجہ سے متن میں کئی قسم کی تبدیلیاں وقوع پذیر ہو جاتی ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ سرقہ: سرقہ کا لغوی معنی ہے چوری کیا گیا یعنی کسی دوسرے کے متن کو بغیر حوالے اور تذکرہ کے چرا کر اپنا بنا کر پیش کر دیا گیا، سرقہ تصرف کی وہ صورت ہے جہاں کوئی شخص، مصنف، شاعر یا تذکرہ نگار وغیرہ کسی دوسرے کے کلام یا متن کو اپنا بنا کر پیش کرتا ہے۔ سرقہ کی رسم ادب میں کافی پرانی ہے۔ اکثر لوگ شہرت یا عزت کے لالچ میں یا اپنے رجحان طبع کے باعث دوسروں کے اشعار و تحریر کو اپنا بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ (۶) تحقیق میں سرقہ ایک بڑی بددیانتی ہے۔

۲۔ ترمیم: ترمیم عربی زبان کا لفظ ہے، یہ اسم ہے اور مؤنث ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں مرمت کرنے کا عمل، لیکن اردو میں یہ درستی، اصلاح اور تبدیل کرنے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ تدوین کی اصطلاح کے طور پر یہ کسی متن میں ایسی تبدیلی کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جو قدیم زبان کی جدید زبان میں اصلاح یا املا کی تبدیلی کے لیے کیے جائیں۔ تدوین میں ایسی کوئی بھی تبدیلی اور اصلاح درست نہیں سمجھی جاتی اور متن کو بدلنے کا ہر عمل تدوین متن کے علم کے مطابق غلط اور ناقابل قبول ہے۔ یہاں ترمیم کی درج ذیل مثال مناسب ہوگی:

غالب کی مشہور اور مقبول غزل ہے جس کا پہلا مصرع ہے:

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہوتے تک

مولانا حامد علی خاں کو پنجاب یونیورسٹی نے ۱۹۶۹ء میں غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر اشاعت کے لیے ”دیوان غالب“ کی تدوین کا کام سونپا تھا۔ انھوں نے یہ کام بڑی محنت سے انجام دیا اور ان کے مرتب کردہ دیوان کو عموماً ایک مستند دیوان سمجھا جاتا ہے۔ لیکن انھوں نے متذکرہ بالا غزل کو شامل کرتے وقت اس کی ردیف کو ”ہوتے تک“ کے بجائے ”ہونے تک“ میں بدل دیا اور اسے اس طرح لکھا:

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک

اس کے ساتھ انھوں نے فٹ نوٹ بھی دیا اور لکھا ”گو غالب نے ’ہوتے تک‘ لکھا تھا لیکن وہ ’ہونے تک‘ کو ’ہوتے تک‘ سے بہتر خیال کرتے ہیں لہذا اسے استعمال کر رہے ہیں“ (۷)۔ اسی طرح امتیاز علی خاں عرشی نے بھی غالب کے ایک شعر میں ترمیم کی ہے (۸) تدوین کے عمل میں ”متن“ کو ہمیشہ اصل سے وفادار ہونا چاہیے۔

۳۔ سہو کتابت / سہو کاتب: لکھتے وقت یا نقل کرتے وقت اصل عبارت کو غلط فہمی، ناواقفیت، غلط ترجمے کی وجہ سے بدل دینا/ بدل جانا۔ برصغیر میں پریس کی آمد سے پہلے اکثر مسودات خوش خط کاتب نقل کرتے تھے۔ کاتب عموماً کم سواد اور کم پڑھے لکھے ہوتے تھے لہذا اکثر مقامات پر الفاظ اور تحریر کو غلط لکھ جاتے تھے۔ یا تو وہ اصل لفظ کو درست پڑھ نہیں سکتے تھے یا جلدی میں ہوتے تھے یا اصل تحریر واضح نہیں ہوتی تھی لیکن سہو کی وجہ سے متن میں تبدیلی ہو جاتی تھی کہ وہ کچھ کا کچھ لکھ جاتے تھے۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنی کتاب ”تحقیق کافن“ میں اس کی کئی مثالیں دی ہیں۔

روزمرہ زندگی میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم کوئی تحریر پڑھتے ہوئے یا پروف خوانی کرتے ہوئے بعض اوقات نفسیاتی و ذہنی طور پر غلط املا کے حامل الفاظ کو درست سمجھ کر پڑھتے ہیں لیکن املا کے حوالے سے وہ لفظ درست نہیں ہوتا۔ سہو نظر کی بنا پر سہو کتابت کی غلطی سرزد ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر اشرف نے ”دیوان ولی“ کی اشاعت کے دوران اس طرح کے سہو نظر کی بنا پر سہو کتابت کی اغلاط کا واقعہ بیان کیا کہ ان کا خیال تھا کہ جب یہ کتاب پہلی بار مکتبہ میری لائبریری سے شائع ہوئی تو انھوں نے اس کتاب کے پروف خود پڑھے اور بزعم خود انھیں یہ یقین تھا کہ اس میں پروف کی اغلاط نہیں ہوں گی لیکن جب چھپ کر آئی تو پتا چلا کہ سہو نظر کی بنا پر اس میں کتاب کی بہت سی غلطیاں نظر انداز ہو گئی تھیں اور اسی طرح شائع ہو گئی تھیں۔ بہر حال اگلی اشاعت میں انھوں نے ان غلطیوں کو درست کر کے شائع کرایا۔ اس واقعے کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سہو نظر کی بنا پر بہت سے اغلاط کتابت میں شامل ہو جاتی ہیں جنہیں ہم اپنے تئیں درست خیال کرتے ہیں۔

۴۔ املا اور رسم الخط: روایت اور وقت کے بدل جانے سے املا کا بدلنا یا غلط املا کی وجہ سے قابل فہم نہ رہنا۔ املا اور رسم الخط میں عہد بہ عہد تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اردو املا کی بنیاد حروف تہجی پر ہے، یہ حروف اور ان کا املا بہت سے مسائل کا باعث ہے۔ اس املا میں نقطوں اور شوشوں کی کثرت ہے جن کی وجہ سے تدوین کے کئی مسائل جنم لیتے ہیں۔

املا اور رسم الخط کا مسئلہ علیحدہ اور تفصیلی بحث کا متقاضی ہے جس پر اہل علم پہلے ہی اظہار خیال کر چکے ہیں لیکن اس سلسلے میں مندرجہ ذیل کا خیال ضروری ہے:

الف۔ کسی بھی مصنف کے مختارات اس کی شخصیت کا حصہ ہوتے ہیں لہذا ان کو اسی صورت میں بحال رکھنا/ کرنا ضروری ہے۔

ب۔ کسی بھی عہد کے اتفاتیے دوسرے عہد میں اس طرح تبدیل ہو سکتے ہیں کہ نئے پڑھنے والوں کے لیے مشکل کا باعث بن سکتے ہیں لہذا انہیں نئے عہد کے مطابق بدلا جاسکتا ہے لیکن ایسا کرنے والے تدوین کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقدمہ میں اس کی وجوہات بیان کرے اور ان کی فہرست بھی

مہیا کرے۔ مثلاً ابتدائی عہد میں 'ک' اور 'گ' کے لیے ایک ہی مرکز استعمال ہوتا تھا، بعد میں 'گ' کے لیے 'ک' کے ایک مرکز میں اور اضافہ کر دیا گیا۔ لہذا ایسے املا کو مدون وجوہات بیان کر کے زمانہ جدید کے مطابق کر سکتا ہے۔

ج۔ مدون جو بھی طریقہ استعمال کرے اس کے لیے مقدمہ میں اس کی وجوہات بیان کرنا ضروری ہے۔

۵۔ تعبیر: لکھتے یا نقل کرتے وقت مبہم یا مشکل عبارت یا الفاظ کی وضاحت اور تشریح کی خاطر کچھ الفاظ بڑھا دینا۔

۶۔ تنسیخ: نظریات بدلنے یا سوچ بدلنے یا سوچ بدلنے یا کسی اور وجہ سے کسی مصنف کا اپنے گذشتہ متن کو منسوخ کر دینا۔ مولانا عبدالمجید

دریابادی نے نظریات اور عقیدہ کی تبدیلی کی وجہ سے اپنے تمام سابقہ متون کو رد کر دیا تھا۔ ان میں ان کی کئی کتابیں شامل تھیں۔

۷۔ تصحیح: اپنے مقاصد یا خواہش کے مطابق کسی متن کی نقل کرتے وقت اس میں درستی کے نام پر تبدیلی کر دینا۔

۸۔ تصحیف: املا اور قرأت کو دانستہ بدل دینا تاکہ مصنف کے نظریات کو کسی اور روشنی یعنی بدلنے والے کے عقائد کے مطابق دیکھا

یا سمجھا جائے۔

۹۔ تحریف: متن کے اصل الفاظ یا نقاط کو اس طرح بدل دینا کہ ان کے مفہوم میں فرق پڑ جائے۔

۱۰۔ تسمیح: بارش / نمی، کرم خوردگی، وقت یا حادثات کے باعث متن یا اس کے کچھ حصہ کا مٹ جانا، ٹوٹ جانا اور مسخ ہو جانا

۱۱۔ غلط انتساب: کسی ایک شاعر یا مصنف کے کلام یا متن کا کسی دوسرے کے نام سے منسوب ہو جانا۔ ایسا ایک جیسے تخلص، مشترکہ موضوع یا

ایک جیسے اسلوب کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔ اقبال کے نام کوئی دوسرے شعر کا کلام منسوب ہو چکا ہے۔

۱۲۔ الحاق: کسی ایک شاعر کے کلام کا متن میں دوسرے کا کلام یا متن شامل ہو جانا یا کر دیا جانا۔ میر اور سودا کے کلام میں بہت سا کلام ایسا ہے

جو الحاق شدہ ہے۔ مولانا آزاد نے اپنے استاد ذوق کا کلام مرتب کرتے وقت کئی غزلیں اپنی طرف سے لکھ کر اس میں شامل کر دیں۔ مولانا آسی نے ۱۳

غزلیں لکھ کر غالب کے نام سے ان کے کلام میں شامل کر دیں۔

۱۳۔ جعل: جعل کے لفظی معنی ہیں بدلنا، دھوکا، نقل پر اصل کا دھوکا دینا۔ علمی و ادبی تاریخ میں بہت سے لوگوں نے جعلی او

ر نقلی متن تیار کر کے اصل کے نام سے چلا دیے۔ ولی کے کلام میں بہت سی جعلی غزلیں شامل ہو گئی ہیں۔ تاریخ ادب میں اس کی بہت سی

مثالیں ہیں۔ اوپر آزاد اور آسی کی دی گئی مثالیں بھی اسی ذیل میں آتی ہیں۔

۱۴۔ انتقال: کسی دوسرے کے متن یا کلام کو چرانا اور اپنا بنا کر پیش کرنا انتقال کہلاتا ہے۔ بہت سے لوگ دانستہ طور پر دوسروں کے متن کو چرا کر اپنا بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ علم و ادب میں متن چوری کرنے کی روایت کافی پرانی ہے۔ ابتدائی دور میں علام اقبال کی کئی نظمیں دوسروں نے اپنے نام سے علاقائی رسائل میں چھپوا دیں۔

۱۵۔ توارد: توارد کے معنی ہیں وارد ہونا یا ایک جگہ اترنا۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک شخص یا شاعر کا شعر، ترکیب یا خیال ہو بہو کسی دوسرے کے ہاں پایا جاتا ہے، اسے توارد کہتے ہیں۔

۱۶۔ تصرف: تصرف کے معنی ہیں استعمال میں لانا، دست انداز، خرچ کرنا۔ اصطلاح میں اس سے مراد ہے کسی متن کے الفاظ یا املا میں جان بوجھ کر رد و بدل کر دینا۔ اس طرح کئی پیشی کر کے کسی غلط علمی کام میں لانا۔ اکثر لوگ کسی متن کا حوالہ دیتے وقت اس میں کچھ تبدیلی کر کے اقتباس دے دیتے ہیں۔ یہ ایک علمی بددیانتی ہے۔

۱۷۔ نرم سرقہ: یہ بھی سرقہ اور ادبی و علمی چوری کی ایک قسم ہے۔ جب کہ کوئی شخص اپنی ہی کسی تحریر یا متن کو اپنے کسی ایک مقالے یا مضمون سے جو پہلے کسی سند یا اشاعت کے لیے پیش کیا جا چکا ہو، لے کر کسی دوسرے مضمون میں بغیر حوالہ دیے اور بغیر عبارت کو تبدیل کیے، استعمال کرتا ہے اور یہ تاثر دیتا ہے کہ یہ ایک نئی تحریر ہے، اکثر سکا لرا اپنے کسی ایسے مقالہ سے جو ڈگری کے لیے پیش کیا گیا ہو، ہو بہو مضمون نکال کر اور نیا عنوان دے کر یعنی نیا بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ تحقیقی مقالات میں بھی ایسا کیا جاتا ہے کہ ایم فل والے موضوع ہی کو پی ایچ ڈی میں لیا جاتا ہے اور پہلے والا سارا مواد ڈاکٹریٹ کے مقالے میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ یہ بھی ادبی و علمی سرقہ ہی کی ایک قسم ہے۔

۱۸۔ حذف: حذف کے معنی ہیں دور کرنا یا گرا دینا، اصطلاح میں اس سے مراد ہے کہ کسی لفظ یا عبارت کو اصل متن سے ہٹا دینا یا دور کر دینا۔ یہ غیر ارادی طور پر بھی نقل اور تحریر کرتے وقت بھی ہو سکتا ہے اور ارادی طور پر بھی تاکہ متن کو کسی مخصوص مقصد کے لیے استعمال کیا جا سکے خاص کر اقتباسات اور مثالوں کے لیے۔ بعض اوقات ایسے مصرعے اور آثار و اشعار کا بھی اکثر حصہ لکھتے وقت حذف کر دیا جاتا ہے جو کہ کثیر الاستعمال ہوں خاص کر مقدس آیات کا شروع کا لفظ لکھ کر اکثر حصے حذف کر دیے جاتے ہیں۔

۱۹۔ نظری: نظری کے لفظی معنی ہیں وہ چیز جو نا منظور ہو، نظر سے گرا ہوا، پامال، خیالی اور قیاسی۔ اصطلاحی طور پر اس سے مراد وہ متن اور کلام ہے جسے کوئی عالم، ادیب یا شاعر رد کر دے اور اسے منسوخ قرار دے کر اس سے قطع تعلق کر لے۔ یہ عموماً اس وقت ہوتا ہے جب نظریات اور خیالات میں تبدیلی واقع ہو جائے مثلاً مولانا عبد الماجد دریا بادی آغاز جوانی میں آزاد خیال تھے، بعد میں انھوں نے توبہ کی اور اپنی تمام ابتدائی تحریروں کو نظری قرار دے کر منسوخ کر دیا۔ (ایسا کلام یا متن جو لکھنے والا رد کر دے) (درج بالا سطور میں مختصر آں تبدیلیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو دورانِ تدوین، متن میں راہ پا جاتی ہیں۔ ان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے :

اشرف اللغات (مولفین: ڈاکٹر محمد خاں اشرف، ڈاکٹر عظمت رباب)، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۸ء

حوالہ جات

- ۱۔ ڈاکٹر نذیر احمد، مضمون ”تحقیق و تصحیح متن کے مسائل“، مطبوعہ ”نقوش“ لاہور، مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۵-۲۰، مشمولہ ”اردو میں اصول تحقیق (انتخابِ مقالات) جلد اول مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانیہ بخش، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۳۰۷-۳۰۸
- ۲۔ ایضاً، ص ۳۰۸
- ۳۔ ایضاً، ص ۳۰۶
- ۴۔ ڈاکٹر گیان چند، تحقیق کا فن، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۹۶ء
- ۵۔ اشرف اللغات (ادب، تنقید، تحقیق و تدوین کی اصطلاحات کا تشریحی لغت)، ڈاکٹر محمد خان اشرف، ڈاکٹر عظمت رباب، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۳۲۲
- ۶۔ ڈاکٹر گیان چند، محولہ بالا، ص ۲۱۸
- ۷۔ مولانا حامد علی خاں، دیوانِ غالب، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۶۹ء
- ۸۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی، دیوانِ غالب، مجلس ترقی ادب لاہور، مقدمہ، ص ۷۸

☆☆☆